OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

نبی کریم ﷺ اور آپ کے آثار سے حصول برکت: تعلیماتِ اسلامیہ کی روشنی میں ایک مطالعہ

Obtaining blessings from the Prophet ﷺ and his legacy: A Study in the light of Islamic Teachings

Naseer Ahmed

M Phil Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot

Dr. Abdul Aleem

Assistant Professor, Department: Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot

Dr. Asjad Ali

Assistant Professor, Department: Islamic Thought and Civilization, University of Management and Technology, Sialkot

Abstract

The word blessing has been used many times in Shariah's and lexical. Which has been interpreted with permanence and multiplicity. In the Sharia's sense, it is applied to the goodness placed by Allah in anything which is in the form of multiplicity and continuity or is devoid of them .Allah Almighty has the power to keep this goodness in certain people, things, times and places while depriving some of them. That is why obtaining blessings from thing needs a Shari's evidence. Where there is evidence, the blessing will be valid and where there is no Shari's text, the blessing will not be valid. Allah has blessed some objects, persons and places and times with grace, grace and position.

Keywords: Shariah, Barakah, Blessing, Faith

CC BY

تمہید

ایمان و تقویٰ برکات سماویہ و ارضیہ کے اسباب میں سے ہیں اور ان کا معدوم ہونا آسمانی و زمینی برکات سے محرومی کا سبب بنتا ہے۔ وہ صرف محروم ہی نہیں ہوتا بلکہ اللہ رب العزت کی پکڑ اور عذاب الٰہی کا مستحق بن جاتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے حصولِ برکت کے کئی ذرائع ہیں جن میں سے ایک ہمارے آخری پیغمبر ﷺ کی ذاتِ اطہر ہے۔ اس مضمون میں آپ ﷺ سے متعلق مختلف اشیاسے حصول برکت کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ مطلوب ہے۔

نبی کریم ﷺ سے آپ کی زندگی میں برکت کا حصول

یہ بات واضح ہے کہ جو نبی اللہ کے ہاں زیادہ افضل و اعلیٰ ہو گا اس کے فضائل، رحمتیں اور برکتیں اس قدر زائد ہوں گی۔ کلی اعتبار سے رسول اللہ ﷺ سب سے اعلی اور معزز ہیں تو آپ سے حاصل ہونے والی برکتیں بھی اس قدر زیادہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سراپا برکت تھے اور صحابہ کرام نے آپ سے حاصل ہونے والی برکات کو خوب سمیٹا بلکہ صحابہ کے بعد تابعین بھی آنحضرت ﷺ کے جسمانی اعضاء اور آثار سے وفات کے بعد برکت کا حصول اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھا کرتے تھے۔ یہاں پر جو بات قابل غور و عمل ہے وہ یہ کہ نبی مکرم ﷺ کے جسمانی اعضاء و آثار سے حصولِ برکت کا وہی نظریہ، عقیدہ مدِ نظر رکھا جائے گا جو سلف صالحین اور خیر القرون میں موجود تھا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے سبیل المومنین سے تعبیر کیا اور ان کا اجماع ہمارے لیے شرعی دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا راستہ ہمارے لیے احکم، اعلم ہے کیونکہ وہ فہمِ دین میں ہم سب پر فائق تھے اور ان کے راہِ راست اور ہدایت یافتہ ہونے کے بے شمار دلائل قرآن و سنت میں بیان کیے گئے۔

نبیء معظم ﷺ کے جسمانی اعضاء و آثار سے حصولِ برکت

جس طرح نبی اکرم ﷺ اپنے افعال و اعمال اذکار و کردار میں متبرک تھے ویسے ہی آپ ﷺ کے جسمانی اعضاء اور آثار بھی بابرکت تھے اور صحابہ کرام آپ علیہ السلام کے مبارک جسمانی اعضاء و آثار نبویہ ﷺ سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ ان کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں تھا اس وجہ سے یہ عمل ازروئے شریعت مباح ہونے کے ساتھ تقریری حدیث کا درجہ رکھتا ہے۔

جسد اطہر سے حصول برکت

نبی ﷺ کا جسم بابرکت تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے جسم مبارک سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ کے ساتھ بغلگیر ہو کر یا پھر جسم اقدس کو چھو اور بوسا دے کر برکت حاصل کیا کرتے تھے جیسے کہ سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ انصار میں سے تھے کہ یہ ایک دفع اپنی قوم سے باتیں کر رہے تھے۔ مزاحیہ آدمی تھے۔ اور انہیں ہنسا رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کوکھ میں ایک لکڑی چبھو دی۔ تو انہوں نے (اسید بن حضیر نے) کہا: مجھے بدلہ دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لے لو۔ انہوں نے کہا: آپ پر تو قمیص ہے اور مجھ پر قمیص نہیں تھی۔ فرماتے ہیں: ''فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَمِيصِهِ فَاحْتَضَنَهُ وَجَعَلَ يُقَبِّلُ كَشْحَهُ قَالَ إِنَّمَا أَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللهِ۔[1] (تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اوپر کر دی۔ تو اسید رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر بوسے دینے لگے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! میری یہی نیت تھی۔)'' رسول اللہ کا حصول برکت کی نیت سے بوسہ لینا جائز ہے اور اسی طرح آپ کے جسم مبارک کو اسی غرض سے

مسح کرنا بھی مشروع عمل ہے۔ جیسے کہ سیدنا انس رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک زاہر نامی دیہاتی صحابی تھے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحائف لایا کرتے تھے۔ جب وہ واپس جانے لگتے تو رسول اللہ ﷺ بھی انہیں کچھ سامان عنائیت فرماتے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے زاہر ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ سیدنا انس مزید بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ان سے محبت کیا کرتے تھے حالانکہ وہ خوش شکل نہیں تھے نیز وہ فرماتے ہیں: "فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ فَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهُ فَقَالَ الرَّجُلُ أَرْسِلْنِي مَنْ هَذَا فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْصَقَ ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَرَفَهُ ۔[2] (ایک دن نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے وہ اپنا سامان فروخت کر رہے تھے آپ ﷺ ان کو پیچھے سے اس انداز سے بغل گیر ہوئے کہ وہ آپ کو دیکھ نہیں سکتے تھے انہوں نے کہا: کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو پھر جب انہوں نے مڑ کر دیکھا کہ آپ ہیں تو اپنی پیٹھ کو آپ کے ساتھ (تبرک کے لیے) ملانا شروع کر دیا۔)"

دستِ مبارک سے برکت کا حصول

جیسے نبی کریم ﷺ کا سارا جسم مبارک ہے ویسے ہی آپ کے مقدس ہاتھ بھی بابرکت تھے اور صحابہ کرام بھی رسول اکرم ﷺ کے ہاتھوں سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔ اس کی واضح مثال وہ روایت ہے جس سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر معوذتین کا دم کرتی تھی اور بطور برکت آپ کے ہاتھ ہی پھیرا کرتی تھی۔ انس بن مالک ہاتھوں سے حصولِ برکت کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب نبی ﷺ فجر کی نماز پڑھتے تو مدینہ کے خدام آپ ﷺ کے پاس اپنے پانی والے برتن لاتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا انس فرماتے ہیں: "فَمَا يُؤْتَى بِإِنَاءٍ إِلَّا غَمَسَ يَدَهُ فِيهَا، فَرُبَّمَا جَاءُوهُ فِي الْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ، فَيَغْمِسُ يَدَهُ فِيهَا۔[3] (جو بھی برتن آپ کے سامنے لایا جاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دست مبارک اس میں ڈبوتے، بسا اوقات سخت ٹھنڈی صبح میں برتن لائے جاتے تو آپ (پھر بھی) ان میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے۔)" رسول اللہ ﷺ سے ہاتھوں کے بابرکت ہونے کی یہ بھی دلیل ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے ہاتھوں کو بطور برکت اپنے جسم اور چہرے پر ملا کرتے تھے جیسے کہ حضرت ابوجحفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے منہ پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبو والا تھا یہ محض عقیدت، عزت اور احترام کی غرض سے ہی نہیں تھا ہوتا بلکہ برکت کی غرض سے بھی ہوا کرتا تھا۔

قدم مبارک سے برکت کا حصول

نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک سے حصول برکت کے دلائل بھی سنت صحیحہ ثابتہ میں موجود ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آپ ﷺ کے قدموں سے برکت حاصل کیا کرتے تھے جیسے کہ سیدنا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی اونٹنی کے سست ہونے کی شکایت کی تو رسول اللہ ﷺ اسے اپنے مبارک پاؤں سے ٹھوکر لگائی۔ سیدنا ابو ہریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: " فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ رَأَيْتُهَا تَسْبِقُ الْقَائِدَ۔[4] (اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، البتہ میں نے اس کو دیکھا کہ وہ سب سے آگے بھاگ رہی تھی۔)" اسی طرح آپ علیہ السلام کے پاؤں کی برکت سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ بھی تیز ہو گیا تھا چنانچہ حدیث میں ہے: "فَضَرَبَہ بِرِجْلِہ ، وَ دَعَا

لَہ فَسَارَ سَیرا لَم یَسِر مِثلَہ۔[5] (چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے پاؤں کے ساتھ اسے ٹھوکر ماری اور اس کے لیے دعا کی۔ تو وہ ایسا چلا کہ وہ پہلے ایسا کبھی نہیں تھا چلا۔)" پھر ایک دن رسول اللہ ﷺ نے جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:" بِخَيْرٍ ، قَدْ أَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ۔[6] (اب اچھا ہے۔ آپ کی برکت سے ایسا ہو گیا ہے)"ان دونوں روایات سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے نبی کریم ﷺ کے جسمانی اعضاء میں سے پائوں بھی برکت والے تھے اور حسب مواقع صحابہ کرام نے پائوں سے بھی برکت حاصل کی۔

لعابِ مبارک سے تبرک

نبی ﷺ کا لعاب مبارک بھی برکت والا تھا۔ صحابہ کرام اس سے بھی برکت حاصل کرتے تھے جیسے کہ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ کی آنکھ مبارک نبی ﷺ کے لعاب سے شفایاب ہوئی تھی اور اسی طرح غزوہ خندق کا مشہور واقعہ ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہانڈی میں اور آٹے میں رسول اللہ ﷺ اپنا لعاب دھن ڈالا تو تقریباً چودہ سو صحابہ کرام نے وہاں سے کھانا کھایا اور پھر بھی کھانا ویسا ہی باقی رہا۔ نبی کریم ﷺ کے لعاب دھن سے حصولِ برکت کے متعلق سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت ملتی ہے اسماء رضی اللہ عنہا مکہ سے نکلیں تو آپ کے بطن میں عبد اللہ بن زبیر تھے اور وہ حمل کی مدت پوری کر چکی تھیں۔ جب وہ مدینہ طیبہ پہنچی تو قباء پڑاؤ کیا اور وہاں ہی عبد اللہ بن زبیر کو جنم دیا۔ پھر میں اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئی اور آپ کی مبارک گود میں رکھا تو آپ علیہ السلام نے کھجور منگوائی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:"فَمَضَغَهَا ثُمَّ تَفَلَ فِي فِيهِ فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِيقُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ حَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَّكَ عَلَيْهِ وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ۔[7] (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کھجور طلب فرمائی اور اسے چبا کر آپ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے منہ میں اسے رکھ دیا۔ چنانچہ سب سے پہلی چیز جو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں داخل ہوئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعاب تھا۔ اس کے بعد آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور اللہ سے ان کے لئے برکت طلب کی۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے بچے ہیں جن کی پیدائش ہجرت کے بعد ہوئی۔)" نبی ﷺ کا لعاب دھن بابرکت تھا اور رسول ﷺ کے جانثار اس سے وقتاً فوقتاً برکت حاصل کیا کرتے اور اپنے بچوں کو آپ کے پاس حصول برکت کے لیے لایا کرتے تھے مگر اس تبرک کے لیے ضروری ہے کہ ایمان ہو ورنہ عبد اللہ بن ابی کو جیسا کوئی فائدہ حاصل نہیں ویسے ہی بغیر ایمان کے کوئی فائدہ حاصل ہونے نہیں ہے۔

پسینہ مبارک سے حصول برکت

نبی کریم ﷺ سے حاصل ہونے والی برکات میں سے نبی کریم ﷺ کے پسینہ کی برکت بھی ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک صحابہ کرام اپنی خوشبو میں ڈالا کرتے تھے اور یہ ان کے لیے سب سے عمدہ او پاکیزہ خوشبو ہوا کرتی تھی۔ آپ علیہ السلام کے پسینہ مبارک سے حاصل ہونے والی برکت کے متعلق سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ام سلیم حضرت کے والدہ کے گھر جاتے اور ان ہی کے گھر رحت فرمایا کرتے تھے جبکہ ام سلیم اپنے گھر میں نہیں ہوا کرتی۔ حضرت انس کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے بستر پر سو رہے تھے کہ لوگوں نے حضرت ام سلیم کے بتایا کہ نبی کریم ﷺ ان کے بستر پر آرام فرمارہے ہیں یہ سن کر جب وہ آئیں تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا پسینہ چمڑے کے بستر پر جمع ہو گیا ہے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ:" فَفَتَحَتْ عَتِيدَتَهَا فَجَعَلَتْ تُنَشِّفُ ذَلِكَ الْعَرَقَ فَتَعْصِرُهُ فِي قَوَارِيرِهَا، فَفَزِعَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا تَصْنَعِينَ؟يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللهِ نَرْجُو بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا، قَالَ: أَصَبْتِ۔[8](ام سلیم نے اپناڈبہ کھولا اور یہ پسینہ پونچھ پونچھ کر شیشوں میں بھرنے لگیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے ام سلیم!کیا کرتی ہے؟انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ!ہم اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید رکھتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔)"امام محمد بن سرین تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ام سلیم رضی اللہ عنہا سے وہ خوشبو سے ملا پسینہ مانگا تو انہوں نے مجھے دے دیا۔اسی طرح ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ جب میں نے محمد بن سرین رحمہ اللہ سے وہ (خوشبو جس میں رسول اللہ ﷺ) مانگا تو انہوں نے مجھے دے دیا اور وہ اب بھی میرے پاس ہے۔ابو ایوب سختیانی رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں:"فَلَمَّا مَاتَ مُحَمَّدٌ حُنِّطَ بِذٰلِکَ السُّکِّ، قَالَ وَكَانَ مُحَمَّدٌ يُعْجِبُہٗ أَنْ يُحَنَّطَ الْمَيِّتُ بِالسُّکِّ۔[9](جب محمد بن سرین رحمہ اللہ فوت ہوئے تو انہیں یہی خوشبو لگائی گئی۔اور ان کی خواہش بھی یہی تھی کہ ان کی میت کو یہ خوشبو لگائی جاتی۔)"اسی طرح حمید الطویل رحمہ اللہ کہتے ہیں:" فَجُعِلَ فِي حَنُوطِهِ سُكَّةٌ ، أَوْ سُكٌّ وَمِسْكَةٌ فِيهَا مِنْ عَرَقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[10](چنانچہ ان کی خوشبو میں یہی پسینے والی خوش مکس کر کے لگائی گئی۔)"

مبارک بالوں سے تبرک

نبی کریم ﷺ کے بال برکت تھے اور صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے بال اپنے پاس برکت لیے رکھتے تھے۔اور نبی ﷺ خود بھی اپنے بال صحابہ کرام میں تقسیم کیا کرتے۔تھے سیدنا انس کہتے ہیں کہ نبی ﷺ منیٰ تشریف لائے پھر جمرہ عقبہ کے پاس جا کر کنکریاں ماری اس کے اپنے پڑاؤ والی جگہ پر آ کر قربانی کی پھر حلق کروایا۔حضرت انس مزید کہتے ہیں:"ثُمَّ قَالَ لِلْحَلَّاقِ خُذْ وَأَشَارَ إِلَى جَانِبِهِ الْأَيْمَنِ، ثُمَّ الْأَيْسَرِ، ثُمَّ جَعَلَ يُعْطِيهِ النَّاسَ[11]"بال مونڈنے والے سے فرمایا پکڑو اور آپ نے اپنے (سر کی) دائیں طرف اشارہ کیا پھر بائیں طرف پھر آپ (اپنے موئے مبارک) لوگوں کو دینے لگے۔)" اس کے علاوہ بھی متعدد روایات سے بھی بالوں کا تبرک ثابت ہوتا ہے جیسے کہ صحیح مسلم کے ایک روایت میں اللہ کے نبی ﷺ نے سر منڈواتے وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو بال دے کر تقسیم کرنے کا حکم دیا۔نبی کریم ﷺ کے بال صحابہ کرام و تابعین کے لیے کس قدر اہم تھے اس کا اندازہ ہم اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ محمد بن سیرین عبیدہ کو کہتے ہیں ہمیں یہ بال سیدنا انس رضی اللہ کے طرف سے ملے تھے اور ان کے متعلق عبیدہ کہتے ہیں:" لَأَنْ تَكُونَ عِنْدِي شَعَرَةٌ مِنْهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔[12](اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال بھی ہو تو وہ میرے لیے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے۔)" نبی اکرم ﷺ کے بال برکت تھے اور ان سے برکت حاصل کرنے کی کیفیت کے متعلق بھی حدیث سے مبارکہ سے ثبوت ملتا ہے جیسے کہ عثمان بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے پانی دے کر ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف بھیجا جن کے پاس ایک چھوٹی شیشی میں رسول اللہ ﷺ کے موئے مبارک تھے ان سے تبرک کے کیفیت کے متعلق عثمان بن عبد اللہ فرماتے ہیں:"وَكَانَ إِذَا أَصَابَ الإِنْسَانَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ بَعَثَ إِلَيْهَا مِخْضَبَهُ، فَاطَّلَعْتُ فِي الجُلْجُلِ، فَرَأَيْتُ شَعَرَاتٍ حُمْرًا۔[13](جب کسی شخص کو نظر لگ جاتی یا اور کوئی بیماری ہوتی تو وہ اپنا برتن پانی کا بی بی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا۔(وہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال ڈبو دیتیں) عثمان نے کہا کہ میں نے نلکی کو دیکھا (جس میں موئے مبارک رکھے ہوئے تھے) تو سرخ سرخ بال دکھائی دیئے۔)" نبی

ﷺ کے بالوں سے برکت حاصل کرنا شرعاً مباح ہے۔

نبی ﷺ کے وضوء والے پانی سے تبرک

تبرکات نبویہ ﷺ میں سے آپ کے وضوء والے پانی سے برکت حاصل کرنا بھی ثابت ہے۔ بلکہ نبی کریم ﷺ اس کی ترغیب بھی دیتے تھے تاکہ صحابہ کرام برکت سے مستفید ہو سکیں۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی تھا جب آپ جعرانہ سے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک مقام ہے پر اتر رہے تھے۔ آپ کے ساتھ بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ اسی عرصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بدوی آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ پورا کیوں نہیں کرتے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں بشارت ہو۔ اس پر وہ بدوی بولا بشارت تو آپ مجھے بہت دے چکے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ مبارک ابو موسیٰ اور بلال کی طرف پھیرا، آپ بہت غصے میں معلوم ہو رہے تھے پھر آپ نے فرمایا اس نے بشارت واپس کر دی اب تم دونوں اسے قبول کر لو۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا کہ ہم نے قبول کیا۔ جیسا کہ ابو موسی اشعری بیان کرتے ہیں: "ثُمَّ دَعَا بِقَدَحٍ فِيهِ مَاءٌ فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ فِيهِ وَمَجَّ فِيهِ ثُمَّ قَالَ اشْرَبَا مِنْهُ وَأَفْرِغَا عَلَى وُجُوهِكُمَا وَنُحُورِكُمَا وَأَبْشِرَا فَأَخَذَا الْقَدَحَ فَفَعَلَا فَنَادَتْ أُمُّ سَلَمَةَ مِنْ وَرَاءِ السِّتْرِ أَنْ أَفْضِلَا لِأُمِّكُمَا فَأَفْضَلَا لَهَا مِنْهُ طَائِفَةً۔[14] (پھر آپ نے پانی کا ایک پیالہ طلب فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں اور چہرے کو اس میں دھویا اور اسی میں کلی کی اور (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ ہر دو سے) فرمایا کہ اس کا پانی پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر اسے ڈال لو اور بشارت حاصل کرو۔ ان دونوں نے پیالہ لے لیا اور ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ پردہ کے پیچھے سے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بھی کہا اپنی ماں کے لیے بھی کچھ چھوڑ دینا۔ چنانچہ ان ہر دو نے ان کے لیے ایک حصہ چھوڑ دیا۔)" رسول اللہ ﷺ کا جسد اطہر بابرکت ہے تو آپ کے مبارک جسم سے لگنے والا پانی بھی برکت والا ہے اس کو پینا استعمال کرنا خیر کا باعث ہے یہاں یہ بات مدِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ یہ برکت در حقیقت اللہ کی تخلیق کردہ ہے یہ اشیاء فی نفسہ برکت والی نہیں ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے ملبوسات سے تبرک

نبی کریم ﷺ کے جسم سے لگا لباس بھی تبرک کا باعث ہے اور صحابہ کرام اس لباس کو جو رسول اللہ ﷺ کے جسم سے لگا ہوتا تھا اس کو حاصل کرنا اپنے لیے سعادت سمجھا کرتے تھے جیسے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں "بردہ" لے کر آئی پھر حضرت سہل نے موجود لوگوں سے کہا تمہیں معلوم ہے، کہ بردہ کیا چیز ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بردہ شملہ کو کہتے ہیں۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں لُنگی جس میں حاشیہ بنا ہوا ہوتا ہے تو اس خاتون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! میں یہ لنگی آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لُنگی ان سے قبول کر لی۔ اس وقت آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی پھر آپ نے پہن لی۔ صحابہ میں سے ایک صحابی عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر وہ لنگی دیکھی تو عرض کیا یارسول اللہ! یہ بڑی عمدہ لنگی ہے، آپ مجھے اس کو عنایت فرما دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے لو، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اٹھ کر تشریف لے گئے تو اندر جا کر وہ لنگی بدل کر تہہ کر کے عبدالرحمن کو بھیج دی تو لوگوں نے ان صاحب کو ملامت سے کہا کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لنگی مانگ کر اچھا نہیں کیا، تم نے دیکھ لیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس طرح قبول کیا تھا گویا

آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ اس کے باوجود تم نے لنگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگی، حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو آپ انکار نہیں کرتے تو عبد الرحمٰن بن عوف نے جواباً کہا: "رَجَوْتُ بَرَكَتَهَا حِينَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَعَلِّي أُكَفَّنُ فِيهَا۔[15] (میں تو صرف اس کی برکت کا امیدوار ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہن چکے تھے میری غرض یہ تھی کہ میں اس لنگی میں کفن دیا جاؤں گا۔)" عبد الرحمٰن بن عوف بڑے جلیل القدر اصحاب رسول میں سے تھے اور نبی کریم ﷺ کا لباس اپنے لیے باعث برکت سمجھتے تھے باوجود اس کے کہ صحابہ کرام کی ملامت کا خدشہ تھا اور ملامت کا سامنہ بھی کرنا پڑا بلکہ اس لباس کی رسول اللہ ﷺ کو ضرورت تھی پھر بھی انہوں نے مانگ لیا اور اُن کی خواہش تھی کہ اسی لباس میں مرنے کے بعد انہیں کفن بھی دیا جائے اور ایک روایت کے مطابق پھر اسی چادر میں انہیں کفن بھی دیا گیا۔ نبی ﷺ کے ملبوسات سے تبرک کی ایک اور مثال صحیح بخاری میں موجود ہے جیسے ام عطیہ کہتی ہیں جب نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب فوت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کہنے لگے کہ جب اس کو تین یا پانچ یا پھر اس سے زائد مرتبہ غسل دے لو تو مجھے خبر دینا عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب ہم نے فارغ ہو کر آپ علیہ السلام کو اطلاع دی تو آپ علیہ السلام نے اپنا شعار مبارک دیا کہ وہ حضرت زینب کے جسم سے لگا دو۔[16] امام نووی رحمہ اللہ اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: "والحكمة في اشعارها به تبريكها به[17] (حضرت زینب کو صاحب برکت بنانے کی غرض سے یہ شعار ان کے جسم سے لگایا گیا۔)" نبی ﷺ کے جسم سے لگ جانے والا لباس شرعاً قابلِ تبرک ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ معمول رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی عدم نکیر اور آپ کے خود عمل سے یہ پتا چلتا ہے کہ ملبوساتِ نبویہ ﷺ سے حصول برکت میں کوئی حرج نہیں ہے بشرط کہ برکت حاصل کرنے والا مؤمن ہو ورنہ عبد اللہ بن ابی کی مثال ہمارے سامنے ہے جو نبی کریم ﷺ کا کرتا پہنے کے باوجود بھی نہیں بچ سکا۔ نبی ﷺ کے جسمانی اعضاء و آثار سے حصول برکت آپ ﷺ کی زندگی میں لی جاتی تھی اور گزشتہ بحث میں انہی اشیاء کو بیان کیا گیا ہے رسول اللہ کی زندگی جن اشیاء سے برکت لی گئی وہ اس کے علاوہ بھی موجود ہیں جیسے کہ آپ ﷺ کے بچے ہوئے کھانے یا مشروب اور رسول اللہ ﷺ کی بلغم وغیرہ بھی ہیں جس کو صحابہ اپنے جسم پر ملتے تھے مگر طوالت سے بچنے کے لیے انہی اشیاء کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے آثار سے بعد از وفات تبرک

رسالت مآب ﷺ سے حاصل ہونے والی برکات دو طرح کی ہیں معنوی برکت اور حسی برکت جو کہ آپ کے اعضاء آثار سے زندگی اور وفات کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ رہی معنوی برکت جو آپ ﷺ کی ہدایت و رہنمائی اطاعت و فرمانبرداری سے حاصل ہوتی ہے وہ ہر زمانے وجگہ میں میسر رہتی ہے جو بھی ہدایت یافتہ ہو یا اطاعت گزار و فرمانبردار ہو اسے معنوی برکت حاصل ہوتی رہے گی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام آثار نبوی ﷺ سے حصول برکت کے قائل و فاعل تھے اور اس پر کسی کا بھی اختلاف منقول نہیں کہ جب نبوی آثار بسند صحیح منقول ہوں تو وہ باعث برکت ہیں بلکہ ایک زمانے تک یہ آثار بسند صحیح موجود رہے اور صحابہ و تابعین سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ کے جُبّہ مبارک سے تبرک

رسول اللہ ﷺ کے باقی ماندہ آثار میں سے نبی کریم ﷺ کا جبہ تھا جس سے صحابہ کرام وفات کے بعد برکت حاصل کیا کرتے

تھے جب بھی کوئی بیمار ہوتا تو اس جبہ کو دھو کر اس کا پانی اسے پلایا جاتا تو وہ شفایاب ہو جایا کرتا تھا جیسے کہ ایک طویل حدیث جس میں حضرت عبد اللہ بن عمر کا حضرت اسماء کے ساتھ صیام دھر، ریشم سے منقش لباس اور سرخ زین کے متعلق مکالمہ منقول ہے ریشم کے استعمال پر حضرت اسماء کا جواب کچھ ایسے تھا۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: "هَذِهِ جُبَّةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْرَجَتْ إِلَيَّ جُبَّةَ طَيَالِسَةٍ كِسْرَوَانِيَّةٍ لَهَا لِبْنَةُ دِيبَاجٍ وَفَرْجَيْهَا مَكْفُوفَيْنِ بِالدِّيبَاجِ فَقَالَتْ هَذِهِ كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ حَتَّى قُبِضَتْ فَلَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى يُسْتَشْفَى بِهَا۔[18] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جبہ موجود ہے، پھر انہوں نے طیالسی کسروانی جبہ (جو ایران کے بادشاہ کسریٰ کی طرف منسوب تھا) نکالا جس کے گریبان پر ریشم لگا ہوا تھا اور دامن بھی ریشمی تھے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ جبہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک ان کے پاس تھا۔ جب وہ فوت ہو گئیں تو یہ جبہ میں نے لے لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہنا کرتے تھے اب ہم اس کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو شفاء کے لئے پلاتے ہیں۔)" مرد کے لیے خالص ریشم شرعاً ناجائز ہے البتہ مصنوعی ریشم استعمال کر سکتا ہے۔ اسی طرح لباس، جبہ وغیرہ پر خالص ریشم کی کڑھائی بھی درست ہے جب کہ وہ تین سے چار انگلیوں جتنی ہو اسی لیے بطور دلیل سیدہ اسماء نے نبی ﷺ کا جبہ نکال کر عبد اللہ کو دکھایا جو کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سے ملاقات کر واپس آئے تھے جن کا موقف تھا کہ ریشم مرد کے لیے بالکل بھی جائز نہیں۔ اس کے ساتھ اس ریشمی جبہ سے لوگوں کا شفایاب ہونا دلیلِ صریح ہے کہ صحابہ کرام آثار نبویہ ﷺ سے حصول برکت کے قائل و فاعل تھے۔

نبی ﷺ کا مبارک پیالہ

نبی ﷺ کے آثار جن کو بعد میں صحابہ کرام بطور برکت استعمال کرتے تھے اور ان کو تبرک کے لیے اپنے پاس رکھتے ان آثار میں سے آپ کا پیالہ بھی تھا رسول اللہ ﷺ کے پیالہ سے حصولِ برکت کا ثبوت ہمیں صحیح بخاری کی ایک طویل حدیث سے ملتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح کرنے سے ایک عورت نے لاعلمی کی وجہ سے انکار کر دیا اور نبی کریم ﷺ سقیفہ بنی ساعدہ میں بمع اپنے ساتھیوں کے آبیٹھے۔ سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: اسْقِنَا يَا سَهْلُ فَخَرَجْتُ لَهُمْ بِهَذَا الْقَدَحِ فَأَسْقَيْتُهُمْ فِيهِ، فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذَلِكَ الْقَدَحَ فَشَرِبْنَا مِنْهُ قَالَ: ثُمَّ اسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذَلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ۔[19] (اے سہل پانی پلاؤ۔ میں نے ان کے لیے یہ پیالہ نکالا اور انہیں اس میں پانی پلایا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہمارے لیے بھی وہی پیالہ نکال کر لائے اور ہم نے بھی اس میں پانی پیا۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر بعد میں خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے یہ مانگ لیا تھا اور انہوں نے یہ ان کو ہبہ کر دیا تھا۔)" اس حدیث مبارکہ کو سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرنے والے ابو حازم ہیں ان کے بقول سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ پیالہ دکھایا تھا اور بعد میں چونکہ عمر بن عبد العزیز اس وقت والی مدینہ تھے تو انہوں نے سہل بن سعد سے یہ تحفتاً مانگا تو انہیں دے دیا گیا۔ نبی ﷺ کے ایک پیالہ کے متعلق حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول ملتا ہے جس میں سیدنا انس کہتے ہیں: "أَنَّ قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْكَسَرَ، فَاتَّخَذَ مَكَانَ الشَّعْبِ سِلْسِلَةً مِنْ فِضَّةٍ قَالَ عَاصِمٌ: رَأَيْتُ الْقَدَحَ وَشَرِبْتُ فِيهِ۔[20] (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پانی پینے کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے ٹوٹی ہوئی جگہوں کو چاندی کی زنجیروں سے جوڑ والیا۔ عاصم کہتے ہیں کہ میں نے وہ پیالہ دیکھا ہے۔ اور اس میں میں نے پانی بھی پیا ہے۔)" ابو حازم اور عاصم

کے قول سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا پیالہ اپنے پاس بطور برکت سنبھال کر رکھا اور بوقت ضرورت حصول برکت کی غرض سے یہ استعمال بھی کیا گیا۔

نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی انگوٹھی مبارک

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے آثار میں سے آپ کی انگوٹھی بھی تھی جس پر محمد رسول اللہ لکھا تھا اور جس کا نگینہ ہتھیلی کی اندر والی جانب رکھا کرتے تھے اور عام طور پر آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسے پہنے رکھتے پھر جب کوئی بھی تحریر، خط لکھتے تو اس کے ساتھ مہر بھی لگایا کرتے تھے۔ جس سے اس (خط) کی نسبت یقینی طور پر رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف ہوا کرتی تھی۔ یہ انگوٹھی نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے چاندی سے بنوائی تھی اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بعد خلفاء بھی اسی کو اپنے ہاتھوں میں پہنا کرتے تھے۔ جیسے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: " اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ، وَكَانَ فِي يَدِهِ، ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ، ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُمَرَ، ثُمَّ كَانَ بَعْدُ فِي يَدِ عُثْمَانَ، حَتَّى وَقَعَ بَعْدُ فِي بِئْرِ أَرِيسَ، نَقْشُهُ: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ۔[21] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی۔ وہ انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہتی تھی لیکن ان کے زمانہ میں وہ اریس کے کنویں میں گر گئی اس کا نقش "محمد رسول اللہ" تھا۔)" اس انگوٹھی کے متعلق کئی ایک روایات ہیں جن میں سے صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ یہ انگوٹھی حضرت عثمان سے کنویں میں گری اور کافی تلاش وبسیار کے باوجود یہ نہ مل سکی اور اس پر حبشی نگینہ لگا ہوا تھا اور نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے منع فرمایا تھا کہ کوئی اپنی انگوٹھی پر وہی نقش نہ بنوائے جو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی انگوٹھی پر تھا جس سے پتا چلتا ہے کہ مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننا مشروع بلکہ مسنون ہے۔

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تلوار، لاٹھی، جوتے، چادر اور برتن

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے چھوڑے ہوئے آثار میں زرع، لاٹھی، تلوار، پیالہ، انگوٹھی، جوتے، چادر اور برتن وغیر بھی ہیں۔ ان اشیاء کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے پاس محفوظ بھی رکھا اور ان سے برکت بھی حاصل کی۔ اس بابت ہمیں صحیح بخاری میں توضیح ملتی ہے جیسے کہ امام بخاری رحمہ اللہ الباری اپنی "صحیح البخاری" میں باب باندھتے ہوئے لکھتے ہیں: "بَابُ مَا ذُكِرَ مِنْ دِرْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَصَاهُ وَسَيْفِهِ وَقَدَحِهِ وَخَاتَمِهِ وَمَا اسْتَعْمَلَ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ مِنْ ذَلِكَ مِمَّا لَمْ يُذْكَرْ قِسْمَتُهُ وَمِنْ شَعَرِهِ وَنَعْلِهِ وَآنِيَتِهِ مِمَّا يَتَبَرَّكُ أَصْحَابُهُ وَغَيْرُهُمْ بَعْدَ وَفَاتِهِ۔[22] (نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زرع، لاٹھی، تلوار، پیالہ اور وہ اشیاء جن کو خلفاء نے آپ کے بعد استعمال کیا اور ان کو تقسیم نہیں کیا گیا اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بال، جوتے اور برتن جن سے صحابہ کرام اور بعد والے آپ کی وفات کے برکت حاصل کرتے تھے ان کے ذکر کا باب۔)" امام بخاریؒ کی تبویب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بعد آپ کی اشیاء کو آپ کی وفات کے بعد محفوظ رکھتے اور ان سے برکت بھی حاصل کیا کرتے تھے اسی باب کے تحت امام بخاری کئی احادیث لائے ہیں جیسے عیسیٰ بن طہمان نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے جوتوں کے بارے کہتے ہیں: "أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالاَنِ، فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بَعْدُ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا نَعْلاَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[23] (انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پرانے جوتے نکال کر دکھائے جن میں دو تسمے لگے ہوئے تھے' اس کے بعد پھر ثابت بنانی نے مجھ سے انس سے بیان کیا کہ وہ دونوں جوتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔)" اسی طرح نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی چادر اور تہبند بھی آپ محفوظ

رکھے گئے تھے اور یہ چادر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی جیسے کہ ابو بردہ بیان کرتے ہیں: "أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا كِسَاءً مُلَبَّدًا، وَقَالَتْ: فِي هَذَا نُزِعَ رُوحُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَزَادَ سُلَيْمَانُ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، قَالَ: أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ: إِزَارًا غَلِيظًا مِمَّا يُصْنَعُ بِاليَمَنِ، وَكِسَاءً مِنْ هَذِهِ الَّتِي يَدْعُونَهَا المُلَبَّدَةَ۔[24] (عائشہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر نکال کر دکھائی اور بتلایا کہ اسی کپڑے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہوئی تھی۔ اور سلیمان بن مغیرہ نے حمید سے بیان کیا' انہوں نے ابو بردہ سے اتنا زیادہ بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے یمن کی بنی ہوئی ایک موٹی ازار (تہمد) اور ایک کمبل انہیں کمبلوں میں سے جن کو تم ملبہ (اور موٹا پیوند دار کہتے ہو) ہمیں نکال کر دکھائی۔)" امام بخاری نے اسی باب میں ان احادیث کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی تلوار والی روایت بھی بیان کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے آثار میں تلوار بھی شامل تھی جیسے حسین بن علی المعروف زین العابدین نبی کریم ﷺ کی تلوار کے بارے فرماتے ہیں: "أَنَّهُمْ حِينَ قَدِمُوا المَدِينَةَ مِنْ عِنْدِ يَزِيدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ مَقْتَلَ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ، لَقِيَهُ المِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ، فَقَالَ لَهُ: هَلْ لَكَ إِلَيَّ مِنْ حَاجَةٍ تَأْمُرُنِي بِهَا؟ فَقُلْتُ لَهُ: لاَ، فَقَالَ لَهُ: فَهَلْ أَنْتَ مُعْطِيَّ سَيْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَغْلِبَكَ القَوْمُ عَلَيْهِ، وَايْمُ اللهِ لَئِنْ أَعْطَيْتَنِيهِ، لاَ يُخْلَصُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا حَتَّى تُبْلَغَ نَفْسِي۔[25] (جب ہم سب حضرات حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے ملاقات کی' اور کہا اگر آپ کو کوئی ضرورت ہو تو مجھے حکم فرما دیجئے۔ (حضرت زین العابدین نے بیان کیا کہ) میں نے کہا' مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر مسور نے کہا تو کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار عنایت فرمائیں گے؟ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کچھ لوگ (بنو امیہ) اسے آپ سے نہ چھین لیں اور خدا کی قسم! اگر وہ تلوار آپ مجھے عنایت فرما دیں تو کوئی شخص بھی جب تک میری جان باقی ہے اسے چھین نہیں سکے گا۔)" نبی کریم ﷺ کے آثار آپ کے بعد محفوظ کیے گئے اور ان سے برکت بھی حاصل کی گئی۔ رسول اللہ ﷺ کے آثار مبارکہ میں ان کے علاوہ پگڑی، لاٹھی چادر وغیرہ بھی شامل ہیں۔ ان کی تعداد انتہائی قلیل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کوئی زیادہ ترکہ نہیں چھوڑا تھا۔ یہاں پر مزید دو باتیں انتہائی اہم اور قابل غور بھی ہیں کہ کیا عصر حاضر میں مختلف ممالک میں جو آثار نبویہ کے متعلق جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ آثارِ نبویہ ﷺ ہیں حقیقتاً وہ آثار نبویہ ہی ہیں؟ اور ان سے حصول برکت مشروع ہے۔

عصر حاضر میں تبرکات نبویہ ﷺ کا وجود

عصر حاضر میں نبی کریم ﷺ کے آثار کا وجود ایک اہم مسئلہ ہے۔ کیا مختلف ممالک میں نبی کریم ﷺ سے منسوب آثار حقیقتاً آپ ہی کے ہیں یا پھر صرف آپ ﷺ کی طرف ان کی نسبت کر دی گئی حقیقت میں ان آثار کا رسول اللہ ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آثار نبویہ ﷺ کی حقیقت کو آشکار کرنے سے قبل اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آثار دیگر اشخاص صالحین و اولیاء کے آثار کی طرح ہرگز نہیں جس طرح رسول ﷺ کے قول و فعل اور عمل کے لیے صحیح سند کا ہونا ضروری ہے ویسے ہی آپ ﷺ کے آثارِ طیبہ و مبارکہ کے لیے صحیح سند و شواہد کا پایا جانا بھی ضروری محض دعوے و گمان اور مشابہت کی بنیاد پر یہ فیصلہ ہرگز درست کہ یہ واقعتاً نبی کریم ﷺ کے آثار ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے آثار اگر صحیح سند سے

ثابت ہو جائیں تو ان سے حصول برکت کا انکار کسی مسلمان کے شیانِ شان نہیں۔ اس طرح کا نظریہ لادینی و الحادی سوچ کے حامل لوگوں کا تو سکتا ہے مگر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر چلنے والے کا ہر گز نہیں اسی طرح بنا دلیل و سند کسی بھی اثر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دینا وبرکت کا نظریہ رکھنا بھی کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زیادہ ترکہ نہیں چھوڑا بلکہ کچھ ساز و سامان و اسلحہ وغیرہ تھا، جیسے کہ صحیح بخاری میں مروی ہے: "مَا تَرَكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا سِلاَحَهُ، وَبَغْلَةً بَيْضَاءَ، وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً۔[26](نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (وفات کے بعد) اپنے ہتھیار ایک سفید خچر اور ایک قطعہ اراضی جسے آپ پہلے ہی صدقہ کر چکے تھے کے سوا اور کوئی چیز نہیں چھوڑی تھی۔)" نبی کریم ﷺ کے آثار محض اتنے تو نہ تھے اس کے ساتھ دیگر اشیاء بھی تھیں جیسے کہ دیگر احادیث نبویہ ﷺ سے بلاتردد ان کا ثبوت ملتا ہے یہاں مراد آثار کا قلیل ہونا ہے۔ جب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ترکہ اور دنیوی ساز و سامان انتہائی مختصر تھا تو یہ بات عیاں ہو گئی کہ ترکۃ النبویہ رسول ﷺ کے وفات کے بعد بھی موجود تھا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سے لے کر اب تلک نبوی آثار موجود ہیں؟ اس کے جواب میں مناسب ہے کہ یہ کہا جائے کچھ تو آثار نبویہ ﷺ کے بارے میں یہ دلائل واضح طور پر موجود ہیں کہ وہ مفقود اور ضائع ہو چکے ہیں لہٰذا اگر کوئی ان آثار کے بارے عصر حاضر میں وجود کا کوئی دعویٰ کرے تو اس طرح کا ہر دعویٰ باطل و بے بنیاد ٹھہرے گا۔ دیگر ایسے آثار جن کے متعلق صحیح سند اور ان کا ثبوت تواتر سے ہو وہ حقیقتاً آثار نبوی ہی ہیں اور رہے وہ آثار کہ جن کی صحیح سند و تواتر ہمارے پاس نہیں ہے ان کے بارے بالجزم آثار کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ ان کی صحت وعدم صحت دونوں محتمل ہیں نیز کچھ ایسے آثار بھی پیش کیے جاتے ہیں کہ جن عدم صحت اور جھوٹی نسبت فی نفسہ واضح ہو جاتی ہے مثلاً انتہائی زیادی لمبے بال جو کندھوں سے بھی بہت بڑے ہوں اسی طرح جوتے جن کی سو سے زائد شکلیں پیش کیے جاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے وہ آثار جن کے ضائع ہونے پر واضح ثبوت ملتے ہیں جیسے انگھوٹی، لاٹھی، ممبر اور چادر وغیرہ شامل ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی کا مفقودہ ہونا

نبی کریم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر محمد ﷺ کا نقش تھا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد یہ انگوٹھی ابو بکر، عمر اور پھر عثمان رضی اللہ کے پاس گئی اور حضرت عثمان سے وہ ایک کوئیں میں گر گئی جو کافی تلاش و بسیار کے بعد نہیں ملی، جیسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "فَلَمَّا رَآهُمْ قَدِ اتَّخَذُوهَا رَمَى بِهِ وَقَالَ: لاَ أَلْبَسُهُ أَبَدًا ثُمَّ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ، فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ الفِضَّةِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَلَبِسَ الخَاتَمَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، حَتَّى وَقَعَ مِنْ عُثْمَانَ فِي بِئْرِ أَرِيسَ۔[27](جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اس طرح کی انگوٹھیاں بنوالی تو آپ نے اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔ پھر آپ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور دوسرے لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس انگوٹھی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہنا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان نے پہنا۔ آخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وہ انگوٹھی اریس کے کنویں میں گر بعد گئی۔)" اس کے بعد خلفاء نے بھی اسی نقش پر انگوٹھیاں بنوائی مگر وہ انگوٹھی جو نبی کریم ﷺ سے ترکہ میں آئی تھی وہ کوئیں میں گرنے کے بعد نہیں مل سکی، جیسے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: فاختلفنا ثلاثة أيام مع

عثمان فنزح البئر فلم نجده۔[28] (ہم تین دن کنوائے کے پاس حضرت عثمان کے ساتھ جاتے رہے اس کا پانی بھی نکالا گیا مگر ہمیں وہ انگھوٹی نہیں ملی۔)" لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ نبی کریم ﷺ کی انگوٹھی کا اگر کوئی بھی دعویٰ کرتا ہے کہ یہ وہی ہے تو اس کا دعویٰ باطل و بے بنیاد ہے کیونکہ وہ تو خلفاء کے زمانہ میں ہی مفقود ہو چکی تھی۔

چادر اور لاٹھی کا ضائع ہو جانا

نبی کریم ﷺ کے ترکہ میں لاٹھی اور چادر بھی تھی جو کے آپ ﷺ کے بعد خلفاء رکھا کرتے تھے چادر کندھوں پر اور لاٹھی ہاتھ میں رکھی جاتی تھی ان کا تواتر ہمیں اشعار میں ملتا ہے خلافتِ عباسیہ کے خلفاء اس کا بڑا اہتمام کیا کرتے تھے اس کی بدولت شعراء ان کی تعریف میں مدح سرائی کیا کرتے تھے جن کی تفصیل الآثار النبویہ کے مصنف نے تفصیلاً اپنی کتاب لکھی ہے۔ اس چادر کو اوڑھنے اور ہاتھ میں لاٹھی پکڑنے کا بڑا اجلال و رعب ہوا کرتا تھا یہ چادر اہل ایلہ کو نبی کریم ﷺ نے بطور امان عنائیت فرمائی تھی جن سے ابو العباس محمد بن عبد اللہ نے تین سو دینار کی خرید لی اور بعد میں خلفاء بنو عباس کے پاس ہی رہی جس کو وہ مخصوص موقع پر پہنتے تھے، جیسے امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقد توارث بنو العباس هذه البردة خلفا عن سلف كان الخليفة يلبسها يوم العيد على كتفيه ويأخذ القضيب المنسوب إليه (صلوات الله وسلامه عليه) في إحدى يديه فيخرج وعليه من السكينة والوقار ما يصدع به القلوب ويبهر به الابصار۔[29] (تحقیق اس چادر کے وارث بنے بنو العباس اپنے سلف سے اور عید کے دن خلیفہ اس چادر کو اپنے کندھوں پر رکھا کرتا تھا اور اللہ کے نبی ﷺ کی طرف منسوب لاٹھی اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ میں پکڑا کرتا تھا اور اس پر سکینت و وقار کے وہ آثار ہوتے جو دل کو مدہوش اور انکھوں کو حیران کر دیتے تھے۔)" نبی کریم ﷺ کی چادر مبارک اور آپ ﷺ کی لاٹھی آپ کی وفات کے بعد کافی دیر تک موجود رہیں بلکہ خلفاء عباسیہ ان کو بڑے اہتمام کے ساتھ رکھتے جس کی بدولت ان کی رونق دوبالا ہو جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ایک ایک اور چادر کا بھی ثبوت ملتا ہے مگر بعد ازاں وہ کہاں گئی اس کا کوئی علم نہیں اسی طرح مذکورہ چادر کے متعلق یہ بھی مذکور ہے کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم کے عوض خرید لی اس کے بعد اس کے متعلق صحیح اسناد سے معلوم ہو نہیں سکا کہ وہ پھر کہاں گئی البتہ کچھ غیر ثابت شدہ آثار ہیں جیسا کہ یہ بھی معروف ہے کہ اسی کے اندر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کفن دے گیا تھا۔ البتہ پہلی مذکورہ چادر اور لاٹھی کے متعلق آثار نبویہ ﷺ کے مشہور محقق محمد علی پاشا امام قرمانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا تو غلبہ پانے کے بعد نبی کریم ﷺ کی چادر اور لاٹھی کو جلا دیا وہ لکھتے ہیں: "ان هلاكو لما طرق بجيوشه بغدادسنة ٦٥٦ اشار وزير الخلافة مئويد الدين علقمى على الخليفة المستعصم بالخروج اليه و مصالحته ،فخرج اليه فى جمع من العلماء ولاعيان ، البردة النبويه على كتفيه والقضيب بيده فاخذهما منه هلاكو و جعلهما فى طبق من نحاس و احرقهما و ذر رمادهما فى دجلة -[30] (بے شک ہلاکو جب اپنے لشکر کو لے کر ۶۵۶ ہجری میں بغداد گیا تو مستعصم باللہ کے وزیر مؤید الدین علقمی نے ہلاکو کی طرف جا کر صلح کرنے کا مشورہ دیا۔ مستعصم باللہ اس کی طرف علماء کی جماعت اور جم غفیر لے کر نکلا، نبی کریم ﷺ کی چادر اس کے دونوں کندھوں پر تھی اور لاٹھی اس کے ہاتھ میں ہلاکو خان نے وہ دونوں اس لے کر تانبے کے ایک تھال میں ڈال دیں اور ان کو جلا دیا اور ان دونوں کی راکھ دریائے دجلہ میں بہا دیں۔)" اسی طرح ایک لاٹھی عبد اللہ بن انیس کے پاس تھی جب انہوں نے خالد بن

سفیان کو اللہ کے نبی حکم سے قتل کیا تو اللہ کے نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی لاٹھی عنایت فرمائی جس کو وہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے اور وہ اسی کے ساتھ دفن کیے گئے جیسے :"فَقَرَنَهَا عَبْدُ اللهِ بِسَيْفِهِ فَلَمْ تَزَلْ مَعَهُ حَتَّى إِذَامات أَمَرَ بِهَا فَصُبَّتْ مَعَهُ فِي كَفَنِهِ "، ثُمَّ دُفِنَا جَمِيعًا[31](عبد اللہ بن انیس نے اسے اپنی لاٹھی کے ساتھ ملایا اور وہ سے کہ ساتھ ہی رہی یہاں تک کہ جب وہ (عبد اللہ بن انیس) فوت ہوئے تو ان کے کفن میں ان کے ساتھ رکھی گئی اور دونوں کو اکٹھا دفنایا گیا۔)" مندرجہ بالا تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی لاٹھی اور چادر دونوں ضائع ہو چکی ہیں لہٰذا ان سے تبرک کا سلسلہ درست نہیں کیونکہ وہ حقیقی حالت میں اب دستیاب ہی نہیں۔

منبر نبوی ﷺ کا جل جانا

نبی کریم ﷺ کا ممبر بھی متبرک تھا اور اس سے حصول برکت بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت بھی ہے، جیسے یزید بن عبد الملک بن قسیط کہتے ہیں:"رأیت نفرا من أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم إذا خلا لهم المسجد قاموا إلى رمانة المنبر القرعا فمسحوها ودعوا قال ورأيت يزيد يفعل ذلك۔[32](میں نے نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا کہ جب ان کے لیے مسجد خالی ہوتی تو وہ بوسیدہ ممبر کے پاس جاتے اسے مس کرتے اور دعا بھی مانگتے وہ کہتے ہیں میں یزید کو بھی ایسے کرتے دیکھا۔)" ابتداء میں نبی کریم ﷺ بغیر منبر کے ہی لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے بعد ازاں ایک خاتون کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اپنے غلام کے ذریعے وہ منبر بنوایا، جیسے سہل بن سعد سے لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے منبر کے بارے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:"بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةَ امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ أَنْ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَ بِهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ فَجَلَسَ عَلَيْهِ۔[33](سہل بن سعد نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کے یہاں جن کا نام بھی سہل رضی اللہ عنہ نے لیا تھا، اپنا آدمی بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لیے کچھ لکڑیوں کو جوڑ کر منبر تیار کر دے، تاکہ لوگوں کو وعظ کرنے کے لیے میں اس پر بیٹھ جایا کروں۔ چنانچہ اس عورت نے اپنے غلام سے غابہ کے جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنانے کے لیے کہا۔ پھر (جب منبر تیار ہو گیا تو) انہوں نے اسے آپ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ منبر آپ کے حکم سے (مسجد میں) رکھا گیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھے۔)" غابہ مدینہ سے شام کی جانب ایک مقام ہے، جہاں جھاؤ کے بڑے بڑے درخت تھے۔ اس عورت کا نام معلوم نہیں ہو سکا البتہ غلام کا نام باقوم بتلایا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ منبر تمیم داری نے بنایا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے منبر کی تین سیڑھیاں تھی اور اس پر کھڑے ہو کر نبی ﷺ نے ایک مرتبہ بغرض تعلیم نماز بھی پڑھائی یہ منبر مسجد نبوی ﷺ میں رہا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام میں منگوا کر اس کے سیڑھیوں میں اضافہ کیا اور واپس مسجد نبوی ﷺ میں بھیج دیا۔ یہ منبر مسجد نبوی ﷺ میں باقی رہا یہاں تک کہ ۶۵۴ ہجری میں مسجد نبوی ﷺ جلی تو ساتھ میں منبر بھی جل گی[34] یہ واقعہ بڑا المناک تھا کہ جب ایک خادم کے ہاتھ مسجد نبوی ﷺ جلی تھی جو کہ خادم نے قصداً نہیں لگائی بلکہ غیر ارادی طور پر آگ لگی اور یہاں تک بعض مورخین کے مطابق خادم آگ بجانے کی کوشش میں خود بھی جل کر فوت ہو گیا تھا۔

بیعت رضوان والے درخت کا مخفی ہو جانا

بیعت رضوان اسلام تاریخ کا بڑا عظیم حادثہ تھا جو کہ ایک درخت کے نیچے وقوع پذیر ہوئی تھی۔ جس کو فتح مبین کہا گیا اور جو اس بیعت میں شامل تھے ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضامندی بطور نوید سنائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ان ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔ یہ بہت بڑا واقعہ تھا کہ جس کے بعد اسلام کی دعوت شرق و غرب تک پہنچی مگر وہ درخت جس کے نیچے یہ بیعت ہوئی تھی قدرتی طور پر صحابہ کرام کو بُھلا دیا گیا تاکہ اس سے تبرک کا سلسلہ ہی نہ شروع ہو جائے اور مسلمانوں کے لیے یہ بڑے فتنے کا باعث نہ بنے، جیسے سیدنا عبد اللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "رَجَعْنَا مِنَ العَامِ المُقْبِلِ فَمَا اجْتَمَعَ مِنَّا اثْنَانِ عَلَى الشَّجَرَةِ الَّتِي بَايَعْنَا تَحْتَهَا، كَانَتْ رَحْمَةً مِنَ اللهِ۔[35] (صلح حدیبیہ کے بعد) جب ہم دوسرے سال پھر آئے، تو ہم میں سے (جنھوں نے صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی) دو شخص بھی اس درخت کی نشان دہی پر متفق نہیں ہو سکے۔ جس کے نیچے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور یہ صرف اللہ کی رحمت تھی۔)" یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہی تھی کہ یہ درخت بھلا دیا گیا تاکہ لوگوں کے عقائد منہج نبوی ﷺ پر قائم رہیں اور اس درخت کو نفع و نقصان کا مالک نہ سمجھا جانے لگے اور اس سے تبرک کے دیگر طریقے نہ شروع کر لیے جائیں۔

نبی کریم ﷺ کے جوتوں کا مفقود ہو جانا

نبی کریم ﷺ کے جوتے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور سادہ جوتے تھے جس میں سے ہر جوتے کے دو پٹے تھے اور یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ زندگی تک ان ہی کے پاس تھے، جیسے عیسیٰ بن طھمان بیان کرتے ہیں: "أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسٌ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالاَنِ، فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ البُنَانِيُّ بَعْدُ، عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا نَعْلاَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[36] (انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو پرانے جوتے نکال کر دکھائے جن میں دو تسمے لگے ہوئے تھے' اس کے بعد پھر ثابت بنانی نے مجھ سے انس سے بیان کیا کہ وہ دونوں جوتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔" نبی کریم ﷺ کے جوتوں کے متعلق اس کے علاوہ دیگر روایات بھی ملتی ہیں مگر کیا یہ جوتے اب تک موجود ہیں اس کے بارے خاصہ اختلاف پایا جاتا ہے حتی کہ کچھ مولفین کا خیال کہ کے یہ جوتے تیمور لنگ نے جب دمشق پر حملہ کیا تو اس وقت لڑائی اور فساد کی وجہ سے یہ جوتے ضائع ہو چکے ہیں[37] ان کا اب کوئی حقیقی وجود نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کے جوتوں کے متعلق مختلف قسم کے نظریات پائے جاتے ہیں حتی کے اسلامی تبرکات میں ملاوٹ کے مصنف نے سو سے زائد وہ تصاویر جو رائج ہیں وہ بتلائی ہیں۔ اس سے اس بات کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ حقیقی چیز کے مقابلے میں کس قدر ملاوٹ شامل ہو جاتی ہے کبھی تو کسی چیز کی کاپی اس قدر مشہور ہو جاتی ہے کہ اصل کے متعلق بھی یقین متذبذب ہو جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے بالوں کا وجود محل نظر

نبی کریم ﷺ کے بال متبرک تھے اس کے دلائل کتاب و سنت میں موجود ہیں اور یہ صحابہ کرام رضوان اللہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کے بیچ تقسیم بھی کیے گئے۔ اب رہا مسئلہ کہ کیا عصر حاضر تک یہ بال موجود ہیں یا نہیں؟ نبی کریم ﷺ کے بالوں کے متعلق اب تک جو دعوے سامنے آئے ہیں یہ مختلف جگہوں میں موجود ہیں جیسے کہ قاہرہ کی حسینی مسجد، قاہرہ کے ہی خانقاہ نقشبندیہ، قسطنطینیہ، دمشق کے مشہد حسینی، دمشق کے ہی مقام توحید، بیت المقدس، فلسطین کی دیگر مساجد میں کچھ بال ،طرابلس اور ہندوستان کے بھوپال میں ان جگہوں میں کہیں ایک بال اور کہیں دو اور کسی جگہ تین یا اس سے زائد بال مشہور ہیں

اب کیا یہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہی بال ہیں؟ ان میں سے صحیح و غیر کا علم نہیں ہے کہ کون سے حقیقی بال ہیں اور کون سے صرف منسوب ہی ہیں، جیسے علامہ احمد تیمور پاشا ان سب جگہوں کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ”هذا ماتيسر لنا الوقوف عليه من خبر الشعرات المنسوبة الى سيدالوجود صلى الله عليه وسلم ، والله سبحانه اعلم بالصحيحة منها و غير الصحيحة۔[38] (نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف منسوب بالوں بارے یہ وہ باتیں ہیں جن پر ہم واقفیت پاس سکے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتاہے کہ ان میں سے صحیح نسبت کن کی ہے اور غیر صحیح نسبت کن کی۔)“ اسی طرح بعض جگہوں پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا نقش پا معروف ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں جب تلک کسی بھی اثر کی صحیح نسبت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بسندِ صحیح ثابت نہ ہو جائے تو تب تلک اس کی نسبت کرنا یہ اس سے تبرک کا نظریہ رکھنا بھی درست نہیں ہے یہی طرز عمل محدثین کا ہے۔ امام ذہبی اپنی کتاب سیر اعلام النبلاء میں محمد بن سیرین کا قول نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا میرے پاس نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے کچھ بال ہیں جس کے مقابلے میں عبیدہ کہتے ہیں میرے پاس جو کچھ ہو میں ان بال حصول کے لیے خرچ کر دوں جس پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ومثل هذا يقوله هذا الإمام بعد النبي -صلى الله عليه وسلم- بخمسين سنة، فما الذي نقوله نحن في وقتنا لو وجدنا بعض شعره بإسناد ثابت، أو شسع نعل كان له، أو قلامة ظفر، أو شقفة من إناء شرب فيه۔[39] (اس طرح کی بات نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پچاس سال بعد ایک امام نے کہی تو ہم اپنے وقت کیا کہیں اگر ہمیں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بال مل جائیں صحیح سند سے یا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جوتے کا تسمہ یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ناخن یا پھر وہ برتن جس میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پانی پیا۔)“ امام ذہبی کے قول سے کئی باتیں واضح ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعضاء ہر دور میں مبارک رہے اور دوسری بات یہ کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تمام آثار کے لیے صحیح سند کا ہونا ضروری ہے اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آثار پر خوب حریص تھے وہ ان کو حتی الوسعہ محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے تھے اور اس کے حصول کے لیے اپنی ہر چیز صرف کرنا اپنے لیے سعادت مندی و خوشبختی سمجھتے تھے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آثار مفقود بھی ہو گئے اور کسی کا بھی وجود قطعی و یقینی نہیں ہے اور اس کے اس چیز کے بھی روشن امکانات ہیں کہ ان کی نسبت جھوٹی ہو تو ہمارے لیے ان سے احتیاط بہتر معلوم ہوتی ہے اور یہی نظریہ محقق علماء کا بھی ہے، جیسے ناصر السنہ، امام، ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ونحن نعلم أن آثاره من ثياب أو شعر أو فضلات قد فقدت وليس بإمكان أحد إثبات وجود شيء منها على وجه القطع واليقين وإذا كان الأمر كذلك فإن التبرك بهذه الآثار يصبح أمرا غير ذي موضوع في زماننا هذا ويكون أمرا نظريا محضا [40] (اور ہم جانتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آثار، کپڑے، بال اور دیگر آثار مفقود ہو چکے ہیں اور ان میں سے کسی کا ثبوت قطعی و یقینی نہیں ہے اور جب معاملہ یہ ہے تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے آثار کے متعلق محض خیالی تصور ہی رکھا جا سکتا ہے حقیقی طور ہمارے زمانے میں غیر مفید بحث ہو جاتی ہے۔)“ ہمیں چاہیے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دین کی پیروی کریں جو کہ اصلی حالت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اسی دین کی برکت سے اہل مدینہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور یہ برکت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے حاصل ہوئی اسی برکت سے مسلمانوں نے دنیا میں حکمرانی کر کہ عدل و انصاف کا نظام قائم کیا جب تک ہم اس اصل برکت دین و شریعت کی طرف نہیں پلٹتے ہمارے حالات نہیں بدل سکتے جب ہمارے پاس خیر و برکت کا وہ سلسلہ موجود ہے جس کی قطعیت و

تیقن کے بارے کوئی شائبہ نہیں اور رسول اکرم ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد و مدعا بھی یہی تھا تو ہمیں اسی ہی کی طرف پلٹ جانا چاہیے تاکہ ہم اپنا وہ مقام و مرتبہ حاصل کر لیں۔

نبی کریم ﷺ کے بیٹھنے، نماز پڑھنے، پڑاؤ کرنے والی جگہوں سے حصول برکت

حصول برکت کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ بھی کہ جہاں نبی کریم ﷺ نے جہاں نماز پڑھی، پڑائو کیا، ٹھہرے، نزول فرمایا اور رات کا قیام کیا ان جگہوں سے برکت حاصل کی جائے۔ نبی کریم ﷺ کا کسی جگہ نماز پڑھنا قصداً و اتفاقاً دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ جہاں آپ ﷺ نے نماز پڑھی، قیام کیا، ٹھہرے اور پڑائو کیا اس جگہ سے برکت حاصل کرنا، چومنا استلام کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ سلف صالحین کا معمول و عمل تھا اور نہ ہی ان سے اس طرح کے اقوال مروی ہیں۔ اس طرح جس جگہ نبی کریم ﷺ نے اتفاقاً کوئی عبادت بجالائی وہاں عبادت کرتے ہوئے اسے متبرک سمجھنا بھی درست نہیں مگر جس جگہ نبی کریم ﷺ نے قصداً عبادت کی مثلاً مقام ابراہیم، بیت اللہ، مسجد نبوی، مسجد قباء اور بیت المقدس ان جگہوں کا عبادت کی خاطر قصد کرنا بھی درست ہے اور انہیں متبرک تصور کرنا بھی دینِ اسلام ہی ہے۔ وہ جگہیں جہاں نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی، پڑائو کیا یا ٹھہرے وہاں پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اتباع نبوی اختیار کرتے ہوئے نماز پڑھتے، پڑائو کرتے، ٹھہرتے اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کا یہ عمل اتباع نبوی ﷺ کے جذبے سے سرشار ہوا کرتا تھا، جیسے موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ”رَأَيْتُ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَتَحَرَّى أَمَاكِنَ مِنَ الطَّرِيقِ فَيُصَلِّي فِيهَا، وَيُحَدِّثُ أَنَّ أَبَاهُ كَانَ يُصَلِّي فِيهَا وَأَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي تِلْكَ الأَمْكِنَةِ۔[41] (میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ (مدینہ سے مکہ تک) راستے میں کئی جگہوں کو ڈھونڈھ کو وہاں نماز پڑھتے اور کہتے کہ ان کے باپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ان مقامات پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔)“ یہ عبادت کی غرض سے نہیں تھا بلکہ ان کی غرض آپ ﷺ کی عملی اتباع ہوا کرتی تھی۔ جیسے شیخ الاسلام، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وهذا من ابن عمر تحر لمثل فعله فإنه قصد أن يفعل مثل فعله في نزوله وصلاته وصبه للماء وغير ذلك ولم يقصد ابن عمر الصلاة والدعاء في المواضع التي نزلها۔[42] (یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے آپ ﷺ کے عمل کو تلاش کرنا تھا کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ عمل جیسا کرنے کا ارادہ کیا آپ کے پڑائو کرنے، نماز پڑھنے، پانی بہانے اور اس کے علاوہ دیگر کاموں میں اور عبداللہ بن عمر کا آپ کی پڑائو والی جگہ کا قصد محض نماز پڑھنے اور دعا کی خاطر نہ تھا۔)“ صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے کمال متبعین میں سے تھے کہ جو آپ فطرتاً ناپسند کرتے وہ بھی ناپسند کیا کرتے باوجود اس کے کہ وہ شریعت میں مباح ہوتا۔ جیسے ابو ایوب انصاری رضی اللہ کی مثال صحیح مسلم میں لہسن کی مشہور ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ اگر کسی مقام پر مسکراتے تو صحابہ کرام بھی مسکرایا کرتے تھے جیسے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے واقعہ سنن الکبریٰ بیہقی میں مشہور ہے کہ وہ سوار پر بیٹھنے لگے تو مسکرائے جب پوچھا گیا تو کہنے لگے اس طرح اسی مقام پر رسول اللہ ﷺ بھی مسکرایا کرتے تھے۔ لہٰذا جس جگہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی، پڑائو کیا، ٹھہرے اس جگہ تو متبرک سمجھ کر حصول برکت کے لیے تقبیل و تسلیم و تمسیس صحابہ کرام کا نہ ہی معمول تھا اور نہ ہی اس کی وہ تلقین کرتے تھے اور ان سے اگر اس طرح کا کوئی بھی عمل مروی ہے تو وہ محض اتباع نبوی ﷺ کے جذبے سے تھا نہ کہ تبرک کی غرض سے، جیسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”فإن

المكان الذي كان النبي صلى الله عليه و سلم يصلي فيه بالمدينة النبوية دائما لم يكن أحد من السلف يستلمه ولا يقبله ولا المواضع التي صلى فيها بمكة وغيرها فإذا كان الموضع الذي كان يطؤه بقدميه الكريمتين ويصلي عليه لم يشرع لأمته التمسح به ولا تقبيله۔[43](پس بے شک وہ جگہ نبی کریم ﷺ مدینہ میں دائمی طور نماز پڑھتے سلف میں سے کسی سے بھی منقول نہیں کہ اس جگہ کو استلام کیا ہو یا اسے بوسہ دیا ہو۔ اور نہ مکہ اور دیگر جگہیں جہاں نماز پڑھتے جہاں نبی کریم ﷺ کے مبارک قدم لگے یا نماز پڑھی امت کے لیے (بغرض) اس کو چھونا اور چومنا جائز نہیں ہے۔)''نبی کریم ﷺ صرف مکہ اور مدینہ میں قیام پذیر نہیں رہے بلکے آپ ﷺ نے سفر بھی کیے غزوات میں بھی شرکت کی آپ ﷺ نے مختلف جگہوں پر قیام بھی کیا راحت بھی فرمائی اسی طرح آپ ﷺ نے مختلف چشموں سے پانی بھی نوش فرمایا سوائے آبِ زمزم، بیت اللہ، مسجد نبوی وقباء اور بیت المقدس اور جن متعلق شرعی نصوص ہیں کے علاوہ کسی کو متبرک نہیں سمجھا گیا۔ نبی کریم ﷺ کے بیٹھنے، نماز پڑھنے، پڑاؤ کرنے والی جگہوں سے حصول برکت کے لیے دلائل پیش کیے جاتے ہیں اور ان سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ جن جگہوں کو بھی نبی کریم ﷺ کے قدموں نے چھوا، آپ ﷺ پڑائو کیا اور عبادت کی اس سے برکت حاصل کرنا مباح ہے۔ ان روایات میں سے ایک روایت سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ سے مروی کہ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے گزارش فرمائی کہ ان کے لیے نماز کی جگہ متعین فرمادیں، جیسے عتبان بن مالک نبی کریم ﷺ سے فرمانے لگے: ''يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ أَنْكَرْتُ بَصَرِي، وَأَنَا أُصَلِّي لِقَوْمِي فَإِذَا كَانَتِ الأَمْطَارُ سَالَ الوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ بِهِمْ، وَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللهِ، أَنَّكَ تَأْتِينِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي، فَأَتَّخِذَهُ مُصَلًّى، قَالَ: فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ: سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللهُ قَالَ عِتْبَانُ: فَغَدَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ، فَاسْتَأْذَنَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَأَذِنْتُ لَهُ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ البَيْتَ، ثُمَّ قَالَ: أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ: فَأَشَرْتُ لَهُ إِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ البَيْتِ، فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ، فَقُمْنَا فَصَفَّنَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ[44](یارسول اللہ! میری بینائی میں کچھ فرق آ گیا ہے اور میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھایا کرتا ہوں لیکن جب برسات کا موسم آتا ہے تو میرے اور میری قوم کے درمیان جو وادی ہے وہ بھر جاتی ہے اور بہنے لگ جاتی ہے اور میں انھیں نماز پڑھانے کے لیے مسجد تک نہیں جا سکتا یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور (کسی جگہ) نماز پڑھ دیں تاکہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان سے فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہاری اس خواہش کو پورا کروں گا۔ عتبان نے کہا کہ (دوسرے دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب دن چڑھا تو دونوں تشریف لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے اجازت دے دی۔ جب آپ گھر میں تشریف لائے تو بیٹھے بھی نہیں اور پوچھا کہ تم اپنے گھر کے کس حصہ میں مجھ سے نماز پڑھنے کی خواہش رکھتے ہو۔ عتبان نے کہا کہ میں نے گھر میں ایک کونے کی طرف اشارہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس جگہ) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی ہم بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور صف باندھی پس آپ نے دو رکعت (نفل) نماز پڑھائی پھر سلام پھیرا۔)''اس روایت مبارکہ سے اس طرح کا استدلال محل نظر ہے۔ جیسے کہ حافظ ابن حجر وغیرہ نے کیا کیونکہ کہ اس سے اس طرح کا کوئی مسئلہ قطعی ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہے صحابہ کرام اسی جگہ سے

تبرک لیتے اور نہ ہی عتبان بن مالک کی یہ مراد تھی۔ ان کی تو بس یہ خواہش تھی کہ نبی کریم ﷺ ان کے لیے جگہ متعین کریں جیسے آپ ﷺ نے مساجد وغیرہ کی جگہ مختص فرمائی اسی طرح صحابہ میں سے بھی جس سے نبی کریم ﷺ والی جگہ پر قصداً نماز پڑھی وہ کمال اتباع کے پیش نظر تھا جیسے سلمہ بن اکوع، عبد اللہ بن عمر اور دیگر صحابہ سے مروی ہے۔

نبی کریم ﷺ کے پاؤں کے نشانات سے حصولِ برکت

کئی مقامات ایسے ہیں جہاں پر نبی کریم ﷺ کے پاؤں اور دیگر انبیاء کے نشانات کے بقاء کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور صرف یہاں پر بس نہیں بلکہ ان سے حصول برکت کا نظریہ رکھا جاتا ہے اور اس پر مزید یہ کہ کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاؤں کے ظہور کا دعویٰ کرتے ہیں پھر ان کی زیارت و مسح کو برکت کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے پاؤں کے نشانات کا سات جگہ پتھروں پر کیا جاتا ہے جن میں سے چار مصر، ایک بیت المقدس، ایک قسطنطنیہ، ایک طائف میں ہے ان سب کے بارے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان پتھروں پر ابھی تک نبی کریم ﷺ کے نشانات باقی ہیں بلکہ کچھ جگہوں پر دیگر انبیاء علیہم السلام کے نشانات کا دعوی بھی کیا جاتا ہے۔ قدموں کے نشانات سے حصول برکت درست نہیں اور اس کی کئی وجوہات ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کی نسبت ہی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں جیسا کہ یہ بات پہلے بھی واضح کی جا چکی ہے کہ کسی بھی چیز سے حصول برکت کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ ان کی صحیح اسناد ہوں اور ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہو وگرنہ ان سے برکت کا حصول جائز نہیں ہے ایسے ہی ان نشانات نسبت ہی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، جیسے علامہ احمد تیمور پاشا فرماتے ہیں: "المعروف الآن من هذه الاحجار سبعة : اربعة منها بمصر ، وواحد بقبة الصخرة ببيت المقدس ، و واحد بالقسطنطينيه ، وواحد بالطائف وهى حجارة سوداء الزرقة فى الغالب عليها آثار اقدام متباينة فى الصورة و القدر لايشبه الواحد منها الآخر۔"[45] "ان پتھروں میں سے اب سات معروف ہیں: جن میں سے چار مصر میں، اور ایک قُبہ صخرہ بیت المقدس اور ایک قسطنطینیہ اور ایک طائف میں جو کہ سیاہ زردی مائل پتھر ہے اور جس پر مختلف مقدار اور شکل میں مختلف تصویریں ہیں جن میں سے ہر دوسری سے مختلف ہے۔)" یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی قدم کے نشانات ہوں اور مختلف ہوں عقلاً بھی ممکن نہیں ہے اور اس پر مزید یہ کہ نبی کریم ﷺ مکہ و مدینہ اور دیگر کئی مقامات پر ٹھرے جہاں پتھر بھی تھے مگر یہ کہیں بھی مروی نہیں کہ پتھروں پر آپ ﷺ پاؤں کے نشانات باقی رہے ہوں بلکہ ان نشانات کی نسبت اختراعی ہے، جیسے ڈاکٹر ناصر بن عبد الرحمٰن الجدیع فرماتے ہیں کہ: (بلاشبہ بطور خاص جو شعراء و مداحین کی زبانوں پر نبی کریم ﷺ کے پاؤں کے پتھر پر نشانات کے حوالے سے مشہور و معروف کہ جب اس پر چلتے تھے اس کی کوئی اصل نہیں وہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے۔)"[46] بالفرض اگر یہ نسبت صحیح ثابت بھی ہو جائے پھر بھی ان سے برکت کا حصول درست نہیں کیونکہ اس کے متعلق ہمارے پاس کوئی شرعی نص نہیں ہے۔ جب کہ اس کے لیے ہمارے پاس شرعی نصوص کا ہونا ضروری ہے جیسے اس جگہ سے تبرک جسے نبی کریم ﷺ کے قدموں نے چھوا ہو میں اس بات کو تفصیلاً واضح کیا جا چکا ہے۔ اس طرح کا کوئی عمل صحابہ سے بھی منقول نہیں کے انہوں نے پاؤں کے نشانات کو برکت کی غرض سے چھوا ہو یا اس کو مسح کیا ہو۔ جب ان سے جو آپ کے زمانہ میں موجود تھے اس طرح کا کوئی عمل صحیح ثابت نہیں تو ہمارے لیے کیسے مباح ہو سکتی ہے اور اتنی بڑی خیر سے وہ کیسے محروم رہ سکتے ہیں جبکہ آپ ﷺ کے کئی آثار سے انہوں برکت حاصل بھی کر اگر اس سے برکت حاصل کرنا جائز ہوتا تو وہ ضرور عمل کرتے۔

خلاصۂ بحث

اسلامی تعلیمات کی رو سے اللہ برکت کے کئی ذرائع ہیں جن میں سے ایک ہمارے آخری پیغمبر ﷺ کی ذاتِ اطہر اور آپ سے متعلق اشیا ہیں۔اس مضمون میں آپ ﷺ سے متعلق مختلف اشیا سے حصول برکت کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔اس سے واضح ہے کہ ایمان و تقویٰ برکات سماویہ و ارضیہ کے اسباب میں سے ہیں اور ان کا معدوم ہونا آسمانی و زمینی برکات سے محرومی کا سبب بنتا ہے۔

Referances

[1]Abū Dāwūd,Sulemān Ibn,Ashas *Al-Sunan* (Al-Riādh: Dār al-Salām, 1998) , Ḥadīth No: 5224.

Ahmed, Musnad Ahmed Ibn Hanba (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 2001) , Ḥadīth No:12648

[3] Muslim Ibn Ḥajjāj al-Qusheyrī Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dār al-Salām, 2000) , Ḥadīth no:2324.

[4]Baihaqi , Ahmed bin husain Al-Sunan al-Kubra (Dar-ul-Kutab Ilmia Bairut : .V:7, P: 384 Ḥadīth No: 14358(1424

[5] Muslim, Al-Jāmi' Al-Jāmi' al-Saḥīḥ, Ḥadīth No:715.

[6] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ , :Ḥadīth No 2967.

[7]Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: 3909.

[8] Muslim Ibn Ḥajjāj al-Qusheyrī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ, Ḥadīth No:715.

[9]Ibn Sa'd, Muḥammad ibn Sa'd: Kitāb al-Ṭabaqāt al-kabīr (Sadir, Bairut,1998)V: 8 P: 428

[10]Tabrani,Suleman bin Ahmad,Al mojam ul Oast,(Bairut: Dar ul Kutub Al-Ilmia, ,(1422AH Ḥadīth No: 715

[11] Muslim, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ, Ḥadīth No:1305.

[12] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ, Ḥadīth No: 170.

[13] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth no: 5896.

[14] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: 4328.

[15] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: 6036.

[16] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth No: 1257.

[17] Nawawī: ,Yaḥyā ibn Sharaf, Al Minhaj bi Sharh Sahih Muslim (Bairut: Ihya-ul-Turas-Al-Arabi,1392),V:7 ,P: 3.

[18] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ, Ḥadīth No: 5409.

[19] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: 5637.

[20] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: 3109.

[21] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: 5874

[22] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: P: 514.

[23] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: 3107.

[24] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: 3108.

[25] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ Ḥadīth No: 3110.

[26] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ ,Ḥadīth No: 2912.

[27] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ ,Ḥadīth No: 5866.

[28] Ibn Ḥajar,l Aḥmad ibn Nūrud-Dīn 'Alī ibn Muḥammad, Fath al-Bari – commentary of Sahih al-Bukhari's,(Bairut:Dar-ul-Fikar),V:10,P:329.

[29]Ibn Kathir,Muhammad Bin Kathir, Al-Bidayah wa Al-Nihayah. (Beirut: (.Maktabah Al-Ma'arif), 6: 8.

[30] Ahmed Tamoor Pāshā, "Āl- Āsār Āl-Nābviyā, (Dār-ul-Kitāb Āl-Ārābi, Qāhirā, 1370), 19.

[31]Ahmed, Musnad-e-Ahmed bin Hanbal: , (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1434), Ḥadīth No 16047

[32]Ibn Abī Shaybah Muhāmmād Ibn Abdullah (Āl-Riādh:Maktab-ul-Rushd,) V:3 P: 450 Ḥadīth No: 15881

[33] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ, Ḥadīth No: 2094.

[34]Āhmed Tāmoor Pāshā, "Āl- Āsār Āl-Nābviyā, (Dār-ul-Kitāb Āl-Ārābi, Qāhirā, 1370), 22.

[35] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ, Ḥadīth No: 2958.

[36] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ, Hadith No: 3107.

[37]Āhmed bin Muhāmmād Āl māghrābi, "Fāthul mutāl"(Publishār: Ālmāārif hind, 1334), 363.

[38] Āhmed Tāmoor Pāshā, "Āl- Āsār Āl-Nābviyā, P: 89.

[39] Zāhbi, Muhāmmād bin Āhmed, "Seeār āl-āālām āl-Nubālā, (Publisher, Ālrisālāh bāiroot, Lābnon), 43

[40] Ālbāni, Muhāmmād Nāsir ul-Deen, "Āltwāsul" (publisher, Ālislāmi, Bāiroot, Lābnon,),146.

[41] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth No: 483.

[42] Ibn Täimia, Ahmad Ibn Abd ul Halem, Iqtiza-e- Serat -ul-Mustqeem, (Mäktaba Al-Qahira1369), 423

[43] Ibn Täimia, Ahmad Ibn Abd ul Halem, Iqtiza-e- Serat -ul-Mustqeem, (Mäktaba Al-Sunnah),427

[44] Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Saḥīḥ (Al-Riādh: Dāar al-Salām, 1998), Ḥadīth No: 425.

[45] Āhmed Tāmoor Pāshā, "Āl- Āsār Āl-Nābviyā,P: 59.

[46]Nāsir Ibn Ābdul Rehmān Āl-jādi, "Āl-tāburuk" (Al-Riaz, Al-Saudiah: Āl-Rushād, 1415āh, 353.